# بصیرت وسائل کی محتاج نہیں

تحریر: سہیل احمد لون

یونیورسٹی کی ایک اسائنمنٹ کے لئے میں نے ایک ڈاکومنٹری بنانی تھی۔اپنے کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا موضوع سوچ رہا تھا کہ میرا ایک ہم جماعتی سعد علی گل جس کا تعلق لاہور سے میرے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ پاکستان کے علاوہ مجھے چین، جرمنی اور برطانیہ میں بھی تعلیم حاصل کرنے کا اللہ تعالی نے موقع دیا ہے اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ پردیس میں میرا کوئی ہم جماعت پاکستانی ہو۔ کنگسٹن یونیورسٹی لندن میں فلم میکنگ میں ماسٹر کرنے کے دوران پہلی مرتبہ کلاس میں پاکستانی کو دیکھ کر حیرت انگیز خوشی نے اپنی آغوش میں لے لیا۔سعد علی کو بتایا کہ میں ایک ڈاکومنٹری بنانے کا سوچ رہا ہوں اور اس کے لیے کردار ڈھونڈ کر اس سے رابطہ بھی کر لیا ہے۔میں نے کردار کی تعلیمی اور پیشہ وارانہ زندگی کے متعلق چند چیزیں کمپیوٹر سکرین پر سامنے رکھ دیں جس سے پتہ چلتا تھا وہ برطانوی ہائی کورٹ میں امیگریشن جج کے فرائض تقریباً انیس برس سے سرانجام دے رہے ہیں، پاکستان سے بی۔اے کرنے کے بعد برطانیہ تشریف لائے۔لندن سے ایل ایل بی آنرز McGill، یونیورسٹی سے سول لاء میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ Lincoln's Inn سے بیرسٹر بنے یہ وہی ادارہ ہے جہاں سے قائداعظم اور علامہ اقبال نے بھی تعلیم حاصل کی تھی۔اس کے علاوہ ایئر اینڈ سپیس لاء میں ڈپلومہ بھی کیا۔قانونی مسائل پر ایک کتاب بھی لکھی اور اخبارات میں کالم بھی لکھے۔لندن میٹروپولیٹن یونیوسٹی میں ہیومن رائٹس اور ڈس ایبلٹی لاء کے پروفیسر بھی رہے۔انکے 45 آرٹیکل جرمن اور انگریزی زبان میں بھی شائع ہو چکے ہیں۔سعد علی نے کہا ماشاءاللہ بہت قابل انسان ہیں میں نے کہا ابھی تو ٹریلر تھا فلم ابھی باقی ہے۔جب میں نے بتایا کہ ڈاکٹر عامر علی ماجد صاحب دنیا کے پہلے نابینا شخص ہیں جو بیرسٹر ہونے کے ساتھ سول لاء میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری بھی رکھتے ہیں۔اس کے بعد سعد کی آنکھیں حیرت کے مارے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔اس کے بعد اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا کہ اس شخص پر ایک ڈاکومنٹری بنانا اب ہمارا فرض ہے۔اس نے کہا کہ میں اس بات پر شرمندہ ہوں کہ بصارت سے محروم ہونے کے باوجود اتنی بصیرت والا پاکستانی دیار غیر میں اپنے فن وہنر اور قابلیت سے محنت میں عظمت کا راستہ دکھا رہا ہے اور ایک پاکستانی ہونے کے باوجود مجھے اس شخص کا آج سے پہلے علم نہیں تھا۔پہلے ہم نے ڈاکٹر صاحب سے ایک تفصیلی ملاقات کی پھر ہماری ٹیم آلات ریکارڈنگ لے کر ڈاکٹر صاحب کے گھر پہنچ گئی جہاں چند گھنٹے شوٹنگ کی جس میں ڈاکٹر صاحب نے اپنی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔17 برس کی عمر میں جب ان کی بینائی چلی گئی تو انہوں نے ہمت نہیں ہاری اور عام طالب علموں کے ساتھ بیٹھ کر امتحان دے کر بی۔اے پاس کیا۔لوگوں نے ان کی معذوری کو والدین کے لیے پریشانی اور بوجھ قرار دیا مگر انہوں نے خودداری کو بنیاد بنا کر زندگی میں بہتر سے بہترین کام کرنا کا عزم کر لیا۔تقریبا 64 برس کی عمر میں بھی وہ نہ صرف اپنا بوجھ خود اٹھائے ہوئے ہیں بلکہ برطانیہ میں اچھا بھلا ٹیکس ادا کرنے والوں کی فہرست میں شامل ہیں۔بڑی مہارت سے کمپیوٹر کا استعمال کرتے ہیں اور باورچی خانے میں جا کر اپنی چائے بھی خود بنا لیتے ہیں۔اس کے علاوہ مائکرو اوون میں کھانا گرم بھی کر لیتے ہیں اور اپنے گھر میں ایک جگہ سے دوسری جگہ بڑے آرام سے چلے جاتے

ہیں۔طبیعت میں مزاح انکے فیصل آبادی ہونے کا ثبوت ہے پاکستان میں بسنے والوں کا دردان کے سینے میں بھی بہت ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ اگر جھوٹ اور بے ایمانی چھوڑ کر اپنی صلاحیتوں کا مثبت استعمال کریں تو ہم دنیا کی بہترین قوم بن سکتے ہیں۔ڈاکٹر صاحب سے پوچھا کہ آپ کی سب سے بڑے کونسی کامیابی ہے تو ان کا کہنا تھا کہ اللہ تعالی نے مجھ پر اتنا فضل کیا ہے کہ اس لیے میرے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ کونسی کامیابی سب سے بڑی ہے۔ ہماری عوام میں پوٹینشل بہت ہے مگر بدقسمتی سے ان کو مناسب مواقع اور ڈائریکشن نہیں ملتی جس کی وجہ سے ٹیلنٹ ضائع ہو جاتا ہے۔ریاستی ادارے اپنی ذمہ داریاں نہیں نبھاتے ملکی حالات بتدریج خراب ہوتے جا رہے ہیں۔ڈاکٹر عامر علی ماجد کہتے ہیں کہ وہ پیدا تو گوجرہ میں ہوئے ہیں مگر وہ Made in Britain ہیں کیونکہ آج وہ جس مقام پر ہیں اس کے لیے مواقع برطانیہ کے ماحول اور نظام نے پیدا کیے۔ برطانیہ میں انہوں نے معذور افراد کے لیے قوانین میں ترامیم بھی کروائی ہیں اور مشرف دور میں جب ان کو ستارہ امتیاز سے نوازہ گیا تو انہوں نے پرویز مشرف سے کہہ کر ایک آرڈیننس کے ذریعے یہ قانون بھی پاس کروایا کہ پاکستان میں بھی معذور افراد بھی CSS کے امتحان میں شرکت کر سکیں اور پاس ہونے کی صورت میں معذوری کی مناسبت سے کوئی نوکری بھی ملے۔ ہمارے ملک میں عام انسانوں کے ساتھ ساتھ معذور افراد بھی بہت ٹیلنٹ رکھتے ہیں حال ہی میں پولیو سے متاثر لاہور کار ہائشی نوید بٹ امریکہ سے باڈی بلڈنگ میں ٹائٹل جیت کر آیا ہے مگر اسے کوئی حکومتی سرپرستی حاصل نہ ہوئی۔میڈیا پر بھی ایسے قومی ہیروز کو وہ پزیرائی نہیں ملتی کہ پاکستانی عوام ان کو جان سکے۔دنیا میں لوگ اپنے قومی ہیروز کو جانتے ہیں چاہے انکا تعلق کسی بھی شعبے سے ہو۔ ہمارے میڈیا کا نیوز ایجنڈا بڑی وکھری ٹائپ کا ہے جس میں آرمی چیف اور چیف جسٹس کا ذکر کیے بغیر نیوز بلیٹن یا اخبار نامکمل تصور کیا جاتا ہے۔میرا ذاتی تجربہ ہے کہ یورپ اور برطانیہ میں بسنے والے لوگوں کی اکثریت کو یہاں کے چیف آف آرمی سٹاف یا چیف جسٹس کا نام کا بھی پتہ نہیں ہوتا کیونکہ ان کو میڈیا میں اتنی کوریج نہیں دی جاتی۔ہمارے ہاں تو ایسی باتوں پر سٹہ بازی بھی ہوتی ہے کہ چیف ایکسٹینشن لے گا کہ نہیں، نیا چیف کون ہوگا؟ اداروں کو politicize کرنے میں میڈیا کا کردار بھی قابل مذمت ہے۔ڈاکٹر عامر علی ماجد پاکستان میں آنکھوں کا ہسپتال بنانا چاہتے ہیں جس کے لیے انہوں نے گزشتہ کچھ برسوں سے کام شروع کیا ہوا ہے اس مقصد کے لیے انہوں نے Gofund کے نام سے ایک این جی او بھی بنائے ہے۔ہسپتال کے لیے چھ ایکڑ زمین گوجرہ میں لے کر اس کی باؤنڈری وال بنا دی گئی ہے۔ڈاکٹر صاحب نے اپنا ذاتی اثر ورسوخ استعمال کر کے برطانوی حکومت سے مدد کی درخواست بھی کی ہے۔ برطانوی حکومت نے کہا ہے کہ اگر ہسپتال کی Supervision پاکستانی گورنمنٹ اپنے ذمہ لے تو ہسپتال کی تعمیر مکمل کرنے کا ذمہ لے سکتے ہیں مگر بدقسمتی سے ڈاکٹر صاحب کے ساتھ بہت سے کلیدی عہدوں پر فائز لوگوں نے بھی وعدہ کرنے کے باوجود اس معاملے میں ان کی مدد نہیں کی۔اس کے باوجود ڈاکٹر صاحب پر امید ہیں کہ ان کا مشن ایک دن پورا ضرور ہوگا۔ڈاکٹر عامر علی ماجد نے جس طرح زندگی میں جدوجہد کر کے برطانوی معاشرے میں اپنا مقام بنایا ہے ہم لوگوں کے لیے ایک مشعل راہ ہے۔انسان اللہ کی بہترین مخلوق ہے اور جو چاہے کر سکتی ہے یہ اپنے وجود میں رحمانی اور شیطانی دونوں صفات رکھتے ہوئے آگے بڑھ رہی ہے۔ ہم کسی انسان کے بارے میں کوئی حتمی رائے قائم نہیں کر سکتے مگر یہ بات طے شدہ ہے کہ جو انسان معذوری کو معذوری نہیں بناتے وہ انتہائی عظیم لوگ ہوتے ہیں' وہ ایسے سپاہی ہوتے ہیں جو ہتھیاروں کی کمی کو وجہ بنا کر

میدان جنگ سے نہیں بھاگتے۔وہ ایسے استاد ہوتے ہیں جو نظام کو وجہ بنا کر طلباء کا بیڑہ غرق نہیں کرتے بالکل ڈاکٹر صاحب کی طرح جنہوں نے یہ ثابت کر دیا کہ بصیرت بصارت اور عقل وسائل کی محتاج نہیں ہوتی۔۔!

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

sohaillloun@gmail.com

28-11-2016